

صحت و توانائی

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ

صِحَّتْ - اِيَكْ فِطْرِيَّ حَالَتْ

صحت و تندرستی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ جتنی بڑی نعمت ہے اتنی ہی عام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات اس سے بہرہ یاب ہیں صحت و تندرستی اس دنیا میں کسی بھی جاندار کی اصل حالت ہے۔ مرض اور بیماری اس کے لیے ایک عارض کی حیثیت رکھتی ہے یا استثنائی صورت کی۔ انسان بھی بالعموم صحیح سالم اور تندرست پیدا ہوتا اور فطری طور پر نشوونما پاتا ہے۔

اِنْسَانِ كَيْ لَشْرُوْنَمَا مِيْنِ فِطْرَتِ كَا تَعَاوُنْ

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو انسان کے لیے بلکہ ساری مخلوقات کے لیے انتہائی موزوں اور مناسب بنا دیا ہے اور یہاں اس کے وجود و بقا، اور صحت و تندرستی کا پورا سامان رکھا ہے۔ اس سے وہ کسی محنت کے بغیر یا تھوڑی سی محنت سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔ ہوا پانی، روشنی اور حرارت پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے۔ لیکن ان چیزوں کو مطلوبہ مقدار میں وہ اپنی اسی وجہ اور کوشش سے نہیں حاصل کر سکتا۔ لہذا ان چیزوں کی اسے جس مقدار میں اور جس تناسب سے ضرورت تھی یہ چیزیں اسی مقدار میں اور اسی تناسب سے بغیر کسی محنت کے عطا کیں، جن چیزوں کو وہ کسب و محنت سے حاصل کر سکتا تھا ان کے اتنے بڑے ذخیرے رکھ دیئے کہ ان کا حصول ان کے لیے ناممکن نہیں ہے۔ سلیقہ سے ان کا استعمال ہو اور انصاف کے ساتھ ان کی تقسیم ہو تو سب ہی انسانوں کی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو مسائل حیات پیدا کیے ہیں ان سے قائدہ اٹھانے کے لیے اس نے انسان کو دل و دماغ اور اعضا و ریشہ دیئے، ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک اور دوسرے اعضا، و جوارح سے نوازا یہی وہ آلات ہیں جن کی مدد سے وہ حسبِ حال اور ضرورت کے مطابق بقائے حیات کا بھی سامان کرتا ہے اور اپنی صحت کو بھی بحال رکھتا اور ترقی دیتا ہے۔ انسان اسی وقت بیمار ہوتا ہے جب کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو انتہائی غلط طریقہ سے استعمال کرے اور سخت بے احتیاطی سے اپنی قوتوں کو ضائع کرے۔

زَعْفٌ وَتَوَانُلٌ كَيْ فِطْرِي مَحْلِل

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انسان کم زور اور ناتواں پیدا ہوتا ہے، آہستہ آہستہ اس کی کم زوری دور ہوتی ہے، ایک خاص تدریج سے اس کی جسمانی اور دماغی قوتیں نشوونما میں اور ترقی کرتی ہیں۔ جب وہ کمال کو پہنچ جاتی ہیں تو پھر ان کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ جوانی کی قوتوں پر بڑھاپا غالب آنے لگتا ہے اور زعف کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی تصویر کشی اس طرح کی ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ
صُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْكُمْ بَعْدَ
صُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْكُمْ
كُوَّةً صُعْفًا وَنَسِيَةً لِيُخَلِّقَ
مِنْ أَيْسَاءِهِمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْمُتَدَبِّرُ

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کم زور
کی حالت سے پیدا کیا، پھر کم زوری کے
بعد قوت عطا کی، پھر قوت کے بعد کم زوری
اور بڑھاپا طاری کیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا
کرتا ہے اور وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔

بڑھاپا جب ایک حد سے آگے بڑھتا ہے تو آدمی بچہ کی طرح بے بس اور مجبور ہو جاتا ہے۔ قرآن نے ان تمام مراحل حیات کا ذکر ایک اور مقام پر اس طرح کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ
فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِمَّنْ لُطْفَةٍ ثُمَّ

اے لوگو! اگر تم مرنے کے بعد
دوبارہ جی اٹھنے کے بارے میں شک
میں ہو تو غور کرو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا

مِنْ عَاقِبَةٍ تُنَمُّ مِنْ مُضَخَّةٍ
 مُضَخَّمَةٍ وَعَنْبِرٍ مُخَلَّقَةٍ لَبِينٍ
 لَكُمْ ۗ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ
 مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى
 ثُمَّ نُنْخِرُكُمْ فَطِفْلًا ثُمَّ
 لِنَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ
 وَمِنْكُمْ مَّنْ يَتَّقُوا ۗ وَمِنْكُمْ
 مَّنْ يَسْرِدْ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ
 لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنِّي بَعْدَ
 عِلْمٍ شَيْئًا ۗ

(الحج : ۵)

کیا پھر لطف سے پھر خون کے لوتھڑے
 سے پھر گوشت کی بوٹی سے جو پوری شکل و
 صورت والی بھی ہوتی ہے اور ناقص اور
 بے شکل بھی تاکہ اس کے ذریعہ ہم اپنی قدرت تم پر
 واضح کریں اور ہم ماں کے رحم میں جس لطف
 کو چاہتے ہیں ایک خاص وقت تک ٹھہرائے
 رکھتے ہیں پھر تم کو ایک بچہ کی صورت میں
 باہر لاتے ہیں پھر (بہت دیتے اور پرورش
 کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کے زور کو پہنچو
 اور تم میں سے کسی کو موت آجاتی ہے اور تم
 ہی سے کوئی بدترین عمر تک پہنچا دیا جاتا
 ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ سب جاننے کے
 بعد کچھ نہیں جانتا۔

انسان کے نشوونما میں دوسرے انسانوں کا تعاون

اس دنیا میں تمام ذی حیات مخلوقات میں، جن میں نباتات بھی شامل ہیں بتدریج
 ترقی اور کمال اور پھر انحطاط اور زوال کا عمل جاری ہے، لیکن انسان اور دوسری مخلوقات

لے یہ مضمون اختصار کے ساتھ سورہ المؤمن (۶۷) میں بھی بیان ہوا ہے۔ اس سے قرآن آخرت پر استدلال
 کرتا ہے کہ خدا نے جو قوانین مقرر کر دیئے ہیں ان ہی کے تحت انسان عدم سے وجود میں آتا اور مختلف مراحل
 سے گزرتا ہے۔ کیا اس نسل سے یہ ناممکن ہے کہ موت کے بعد انسان کو ایک نئی زندگی اور نیا وجود عطا کرے؟ انسان
 کی زندگی میں جن تیز رفتاریوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، آخرت اسی طرح کا ایک تیز بے جوڑے پہلے نہ واقع ہوگا۔

میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر مرحلہ میں اپنے اپنا، نوع کے تعاون کا دیگر مخلوقات سے کہیں زیادہ محتاج ہے۔ انسانوں کے علاوہ اور ذی حیات مخلوقات میں یہ تعاون نہیں ہے یا برائے نام انھیں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ نباتات فطری اسباب کے تحت وجود میں آتے ہیں، ماحول سے غذا حاصل کر کے بڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں اور پھل پھول دے کر اور اپنی بہار دکھا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنے فائدہ کے لیے بھی نباتات کے لیے مناسب ماحول فراہم کرتا ہے کسی پودے کے وجود میں آنے کے بعد اس کے بقا، و ترقی کے لیے اسی نوع کے پودوں کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ بیشتر حیوانات کو زندگی کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں اس مادہ یا نر اور مادہ کے تعاون کی ضرورت پیش آتی ہے جن سے انھیں وجود ملتا ہے۔ یہ تعاون فطری جذبہ کے تحت اور غیر اختیاری ہوتا ہے اور بہت ہی مختصر مدت تک باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد وہ قانونِ فطرت کے مطابق بڑھتے اور اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں۔ انسان کا معاملہ اس سے بہت مختلف ہے۔ اس کے وجود، بقا، حفاظت، نشوونما، صحت و تندرستی میں جہاں فطرت تعاون کرتی ہے، وہیں اپنا، نوع کے تعاون کی اسے شدید ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کے بغیر نہ تو اس کی جسمانی نشوونما ہو سکتی ہے اور نہ ذہنی ترقی ممکن ہے۔ بلکہ اس کا وجود ہی خطرہ میں ہے۔ اس وجہ سے انسان کے سلسلہ میں اپنا، نوع کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ ایک انسان کا بوجھ جب بہت سے انسان اٹھاتے ہیں تب وہ کارزارِ حیات میں اپنا حصہ ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے یہیں سے انسان کے معاملہ میں قانونِ اخلاق، حقوق اور ذمہ داریوں کی بحث پیدا ہوتی ہے۔ یہ بحث کسی دوسری مخلوق اور اس کی نوع کے افراد کے سلسلہ میں نہیں پیدا ہوتی۔ اسلام نے اس سلسلہ میں اپنے بے نظیر قانون اور اخلاق سے بھی مدد لی ہے اور خدا کا خوف اور اس کی رضا کی طلب کا جذبہ پیدا کر کے انسان کو اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے اپنا، نوع کا بہترین تعاون بھی فراہم کیا ہے۔ وہ اس دنیا میں قدم رکھنے سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک کسی بھی مرحلہ میں اس تعاون سے محروم نہیں ہوتا۔ ماں، باپ، خاندان، معاشرہ اور ریاست اس کی مدد کے لیے ہر وقت

موجود رہتے ہیں۔ اس معاملہ میں اسلام نے جو کامیابی حاصل کی ہے وہ کسی دوسرے نظام فکر و عمل کو نصیب نہیں ہوئی ہے۔

جِسْمَانِی تَوَانائی تَقْوَى کے مَنافی نہیں ہے

مذہب کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ انسان کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لیے آتا ہے۔ اسے انسان کے مادی مسئلوں، جسمانی تقاضوں، صحت و مرض اور توانائی اور کم زوری سے کوئی خاص دل چسپی یا سروکار نہیں ہوتا۔ یہاں اس خیال سے بحث نہیں ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس نے انسان کی اخلاقی اصلاح کے ساتھ اس کی صحت و توانائی کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ وہ کسی شخص کے لیے یہ بات قابل تعریف و تحسین نہیں سمجھتا کہ وہ ضعف و بے چارگی کی تصویر بنا رہے بلکہ وہ اسے تندرست و توانا اور متحرک و فعال دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ ایک صحت مند اور تندرست و توانا آدمی اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو جس طرح ادا کر سکتا ہے، اس کی توقع ایک کم زور اور ناتواں شخص سے نہیں کی جاسکتی۔ نیکی اور تقویٰ کے ساتھ ضعف و بے چارگی کا تصور چمک گیا ہے، حالانکہ یہ اس کا کوئی لازمی وصف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے زیادہ کون خدا ترس اور متقی ہوگا۔ ان کی زندگیاں دنیا کے لیے نمونہ ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی کم زوری اور ناتوانی کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ عبادت و اطاعت میں ان کے شب و روز کے انہماک، دعوت و تبلیغ کے میدان میں ان کی مسلسل جدوجہد اور تگ و دو اور ضرورت پڑنے پر دشمنوں سے ان کے مقابلہ اور جہاد کا بیان جس تفصیل سے کیا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ جسمانی لحاظ سے بھی اس قابل تھے کہ مختلف نوعیت کی یہ ساری ذمہ داریاں بہتر سے بہتر طریقہ سے ادا کر سکیں۔

بِیغْمَبِرُونَ كِمَثَلِیْنَ

قرآن مجید کے بیانات سے بعض پیغمبروں کی جسمانی قوت اور توانائی کا صاف الفاظ

میں ثبوت ملتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے بارے میں ارشاد ہے:-

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ
كَيْتَبُهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَلِكَ
كَخَبَرْنَا الْمُهْتَبِينَ ۝
جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچ گیا اور اس کا نشوونما مکمل ہو گیا تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔ (القصص: ۱۲)

آیت میں 'اشد' کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی میں علماء نے جسمانی مضبوطی اور عقلی پختگی دونوں کو شامل سمجھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تیس سے چالیس برس کی عمر میں یہ پختگی پیدا ہوتی ہے۔

اس آیت کے فوراً بعد جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان سے ان کی جسمانی قوت اور توانائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے مصر میں قیام کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک قطبی اور ایک اسرائیلی باہم لڑ رہے تھے۔ حضرت موسیٰ کا اس طرف سے گزر ہوا تو اسرائیلی نے جو قطبی تھا اور پٹ رہا تھا مدد کی درخواست کی۔ وہ مدد کے لیے آگے بڑھے، قطبی اپنی زیادتی سے باز نہیں آیا۔ حضرت موسیٰ نے ایک گھونسا سے مارا تو وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اسی طرح جب وہ مدین پہنچے تو دیکھا کہ ایک کنویں پر لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں خاموش ایک کنارے اس انتظار میں کھڑی ہیں کہ مردہٹ جائیں تو اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔ انھوں نے آگے بڑھ کر ان کی مدد کی۔ یہ لڑکیاں حضرت شعیب کی تھیں۔ حضرت موسیٰ کی حضرت شعیب سے منان ہوئی تو ان لڑکیوں نے باپ کو مشورہ دیا کہ آپ انھیں خدمت پر رکھ لیں۔ اس کی وجہ یہ تھی:-

إِنَّ حَيِّمَانَ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيَّ
بے شک بہتر نوکر جسے آپ رکھنا چاہیں

لے زمرخبری کہتے ہیں۔ الاستدعاء کمال القویة والعقل والتمییز۔ الکشاف: ۶/۳

۱۱۱ ابن منظور، لسان العرب: مادہ شش، د، دینیز، لفظ ہو۔ اولوسی: روح المعانی: جز ۱۲، ص ۲۰۹

الْأَمِينِ (النقص: ۲۶) وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔

بعد میں ان ہی میں سے ایک سے حضرت نوحؑ کی شادی ہوئی۔

حضرت یوسفؑ کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ مَلَأًا
وَعِلْمًا ۖ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ
جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے
تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا اور
(یوسف: ۲۲) اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔

یہاں بھی 'أَشُدَّهُ' کا لفظ آیا ہے۔ ابن جریر طبری فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں قوت اور شباب کا انتہا کو پہنچنا۔ اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔ ولما بلغ منتہی شدتہ و قوتہ فی شبابہ۔ یعنی جب وہ اپنی جوانی میں قوت اور مضبوطی کی آخری حد کو پہنچ گئے۔

یہ حضرت یوسفؑ کی جسمانی مضبوطی اور توانائی کا ذکر ہے۔ جب وہ اس مرحلے میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں علم و حکمت سے بھی نوازا۔
حضرت داؤدؑ کے بارے میں قرآن مجید کا بیان ہے۔

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ
لَّكُم مِّنْهُ مَخْرُجٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ
فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ۝
اور ہم نے انھیں تمہارے خلابے کی
صنعت سکھائی تھی تاکہ تمہاری
جنگ میں تمہاری مخالفت ہو سکے پس کیا
تم اس کا شکر ادا کرتے ہو؟ (الانبیاء: ۸۰)

ایک دوسری جگہ فرمایا ہے۔

وَأَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ الْحَدِيدِ ۚ إِنَّ

لہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کس عمر کا ذکر ہے البتہ اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں لیکن جس بات کی قرآن نے تمہیں نہ کی ہو اس کی تعیین کی کوئی ضرورت نہیں ہے

(ابن جریر جوامع البیان عن تاویل آی القرآن: ۱۶/۲۱-۲۳ تحقیق محمود محمد شاہ)

اعْمَلْ سَلْبَةً وَقَدِّرْ فِي
السَّرِّ وَأَعْمَلْ أَصْلِحًا
إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝
کریا کرتی اس سے کشادہ زریں بناؤ
کڑیوں کے جوڑنے میں صحیح اندازہ کرو
اور نیک کام کرو بے شک تم کو کچھ کہتے ہو
اسے میں دیکھ رہا ہوں۔ (سبا: ۱۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے پاس لوہے کی صنعت تھی۔ وہ اس میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے اور اس کا بہترین استعمال کر سکتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جنگ کے لیے زریں ان ہی نے ایجاد کیں۔ یہ زریں اتنی عمدہ ہوتی تھیں کہ ان کے استعمال میں زحمت اور دقت نہیں پیش آتی تھی۔
حضرت سلیمانؑ کے متعلق قرآن نے کہا۔

وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ
ہم نے اس کے لیے تانبہ کا چمڑا
(سبا: ۱۲) بہا دیا۔

بعض تفسیری روایات کی روشنی میں اس کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لیے پانی کی طرح تانبے کے چشمے بہا دئے گئے اور وہ تین دن تک بہتے رہے، اس کا دوسرا مفہوم یہ لیا گیا ہے، گو اسے مفسرین نے مرجوح کہا ہے، کہ حضرت سلیمانؑ کے لیے تانبہ کو نرم کر دیا گیا تھا، وہ اسے پگھلائے بغیر بھی اس سے مختلف چیزیں بنا سکتے تھے بلکہ

یہاں تفسیری مباحث میں جانے کا موقع نہیں ہے۔ لوہے اور تانبہ کی ان مخلوقوں کے سلسلہ میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ اپنے ماتحت افراد سے بھی فطری طور پر رد لیتے رہے ہوں گے لیکن اس کے باوجود ان میں ان کی عملی شرکت غیر معمولی قوت اور توانائی کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ قوت انھیں حاصل تھی بلکہ

لسہ آتوسی: روح المعانی جلد ۲۲ ص ۱۱۷

۱۷ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ اَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ. بخاری کتاب البیوع باب کس الرجل وکلمیدہ ۱۷ بے شک اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے
۲۷۲

احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقد قدم و قامت، طاہری حسن، قوت و توانائی، مضبوط دست، بازو اور چوڑی ہڈیوں کا تفصیل سے ذکر ہے۔^۱ ایک خاص موقع پر حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ آپ کو تیس آدمیوں کی قوت عطا ہوئی ہے۔^۲

حضرت موسیٰؑ کے بعد کا ذکر ہے کہ نبو اسرائیل نے وقت کے پیغمبر سے، جن کا نام ہمارے مفسرین نے تمویل بتایا ہے، درخواست کی کہ ان کا ایک بادشاہ (قائد) مقرر کیا جائے تاکہ وہ اس کی قیادت میں دشمنوں سے مقابلہ کر سکیں۔ پیغمبر نے اللہ کے حکم سے طاوت کو اس منصب پر متعین فرمایا تو وہ اس کی مخالفت کرنے لگے کہ طاوت ایک تو حضرت یعقوبؑ کی نسل سے نہیں ہیں دوسرے یہ کہ ان کی کوئی مافی حیثیت نہیں ہے۔ ایک غیر اسرائیلی اور وہ بھی تادار شخص کیسے ہمارا بادشاہ ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں پیغمبر نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ
وَزَادَكُمْ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ
وَالْحِصْمِ ۗ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مَلَكَةً
مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيمٌ
بے شک اللہ نے اسے تمہارے
مقابلہ میں منتخب کیا ہے اور اسے علمی
اور جسمانی قوتیں فراوانی کے ساتھ دی ہیں
اللہ اپنی سلطنت جسے چاہتا ہے دیتا ہے
اور اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔
(البقرہ: ۲۴۷)

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ امامت و قیادت کا تعلق حسب نسب سے نہیں بلکہ علم اور قوت و طاقت سے ہے۔^۳

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھی جائے۔ ترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی حقہ النبی۔
۲۔ بخاری، کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد الخ۔ انبیا و علیہم السلام بیمار بھی ہوتے ہیں ان پر شہاب کے بعد پیری اور ضعف بھی طاری ہوتا ہے۔ یہ سب بشری تقاضے ہیں۔ اسی طرح حضرت ایوبؑ کو شدید مرض اور رانی نقصان کے ذریعہ آزمایا گیا۔ اس نوعیت کی آزمائش استثنائی مثال ہے۔ یہاں انبیاء کرامؑ کی عام حالت کا ذکر ہے۔

۳۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں۔ انہا الامامة مستحقہ بالعلم والدين والقوة لا بالنسب۔ الجامع الاحکام القرآن، ۳/۲۴۶

اس کا مطلب یہ ہے کہ قوت و توانائی، تقویٰ اور خدا پرستی کے متافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اسے دین کی خدمت اور سر بلندی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

تندرستی ہزار نعمت ہے

مال و دولت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اسے اس کا فضل کہا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ صحت اور تندرستی اس سے بڑی نعمت ہے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ ہم ایک مجلس میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تازہ غسل فرما کر، جس کے آثار مبارک سے نمایاں تھے، تشریف لائے، ہم نے عرض کیا حضور! ہم آپ کو خوش و خرم دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں الحمد للہ میں تازگی اور انبساط محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بعد مجلس میں دولت کا ذکر چھڑ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:-

| | |
|-----------------------------|------------------------------------|
| لابأس بالغنى لمن | جس شخص کے اندر خدا کا خوف اور |
| التقى الله عزوجل والصحة | تقویٰ ہو اس کے لیے دولت میں کوئی |
| لمس التقي الله خير من الغنى | حرج نہیں ہے صحت و تندرستی اللہ |
| وطيب النفس من التعمم | سے ڈرنے والوں کے لیے دولت |
| | سے بھی بہتر ہے۔ طبیعت کی تازگی اور |
| | بشاشت جی ایک نعمت ہے۔ |

مؤمن قوي مؤمن ضعيف سے بہتر ہے

خدا کا خوف ہو تو صحت اور تندرستی آدمی کے دین و ایمان کے لیے نقصان دہ نہیں؛ سو دھند اور عقیدے، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

۱۵ ابن ماجہ، ابواب التجارہ، باب الحش علی الکاب، منہاجہ: ۵/۳۷۲، ۳۸۱

المومن القوی خیر واجب طاقتور مومن کم زور مومن سے بہتر اور
 الی من المومن الضعیف مجھے زیادہ پسند ہے (گوان میں سے) ہر
 و فی کل خیر لہ ایک میں خیر ہے۔

ایمان خیر و خوبی کا سرچشمہ ہے۔ جس شخص کے اندر ایمان و یقین ہے اس کا دہن بھلائیوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ اگر وہ جسمانی لحاظ سے بھی مضبوط اور طاقتور ہے تو کم زور دنیا تو ان مومن کے مقابلہ میں خدا اور بندوں کے حقوق بہتر طریقہ سے ادا کر سکتا ہے۔ اور اس کا وجود معاشرہ کے لیے زیادہ سود مند اور مفید ہو سکتا ہے۔ کم زور انسان کو دوسروں کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو شخص تندرست و توانا ہے وہ دوسروں کو سہارا دے سکتا ہے۔

صحت کی حفاظت کی جائے

صحت کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہدایت ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور اسے ضائع نہ کیا جائے۔ بعض اوقات دین داری کے جوش میں صحت کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور آدمی کی قوتیں جلد جواب دینے لگتی ہیں۔ یہ ہرگز مطلوب نہیں ہے۔ عبادت اسلام کی جان ہے۔ اس کے بغیر اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ لیکن اسلام نے عبادت میں بھی صحت اور تندرستی کا پورا خیال رکھا ہے اس نے عبادت میں اس قدر غلو اور انتہاک سے منع کیا ہے، جس سے صحت اور تندرستی برباد ہو جائے اور آدمی زندگی کے دوسرے میدانوں میں جدوجہد اور تنگ و دو کے قابل نہ رہے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا عبادت میں انتہاک بہت بڑھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے عبداللہ! کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم دن میں مسلسل روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! یہ صحیح ہے۔ اس سے میرا مقصد سوانے اس کے کچھ نہیں کہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔ آپ

لہ مسلم، کتاب القدر، باب الایمان بالقدر والادعائ لہ۔

نے فرمایا:-

| | |
|--|--------------------------|
| ایسا نہ کرو، روزے رکھو بھی اور چھوڑ | فلا تفعل صوم و افطر |
| بھی دو، قیام بھی کرو اور سو ڈھکی اس | و قم و نم فان لجسدك عليك |
| لیے کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے | حقاً وان لعینك عليك حقاً |
| اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور | وان لزوجةك عليك حقاً |
| تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے | وان لزوجك عليك حقاً |
| مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے لیے | وان یحسبک ان تصوم |
| مہینہ میں تین دن روزے رکھنا کافی ہے۔ | من کل شہر ثلاثة ایام له |

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:-

| | |
|--|----------------|
| اگر تم (دن رات) اس قدر عبادت | فانک اذا فعلت |
| کرو گے تو تمہاری آنکھیں (برداشت نہ | دالک ہجمت علیک |
| کرسکیں گی) اور جلد کر دیں گی، اور تمہارا نفس | ونفہمت نفسک له |
| (یہ بوجھ اٹھا جس سے گاد اور) ٹھک جائے گا۔ | |

ایک اور روایت میں "نہکت" کا لفظ آیا ہے یعنی یہ کہ تم کم زور اور لاغر ہو جاؤ گے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو چیزیں حلال کی ہیں، تم ان کے ذریعہ اس کی ضرورتیں پوری کرو، جیسے کھانا پینا اور راحت کہ جس سے بدن کی طاقت قائم رہے تاکہ اللہ کی عبادت میں اس سے مدد ملے۔ نفس کا یہ بھی حق ہے کہ ماسویٰ اللہ سے اسکا

۱۔ بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم۔

۲۔ بخاری، کتاب التہجد، باب.....

۳۔ بخاری، کتاب الصوم، باب.....

رشتہ کٹ جائے۔ لیکن یہ ایک قلبی کیفیت ہے۔ (اس کا تعلق انسانوں کے حقوق سے نہیں ہے) آپ نے ارشاد فرمایا 'وَأَنْ لَّا هَلَكَ عَلَيْكَ حَقًّا' (تم پر تمہارے اہل کا بھی حق ہے) مطلب یہ کہ دنیا اور آخرت کے نقطہ نظر سے جو چیزیں ان کے لیے ضروری ہیں ان پر نظر رکھو اور ان کی فکر کرو۔ 'اہل' سے مراد بیوی ہے۔ اس سے وہ سب افراد بھی مراد ہو سکتے ہیں جن کا نفقہ آدمی پر واجب ہے۔ یہ

حضرت عثمان بن مظعونؓ کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو طلب فرمایا۔ حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ کیا تم میری سنت سے پھر گئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم ایسا نہیں ہے میں تو آپ کی سنت کا طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں رات میں سوتا بھی ہوں اور نماز (تہجد) پڑھتا بھی ہوں، روز سے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیے ہیں۔ اسے عثمان اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

| | |
|--|---|
| فَا ن لَّا هَلَكَ عَلَيْكَ حَقًا وَا ن | اس لیے کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے تمہارا |
| لَضِيْعَتِكَ عَلَيْكَ حَقًا وَا ن | مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا تم پر حق |
| لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًا وَا ن | ہے لہذا روزے رکھو اور چھوڑ بھی دو نماز بھی پڑھو |
| وَا فْطَرُ وِصْلٍ وَا نَمِمْ | اور آرام بھی کرو (تاکہ رات سے حق لوٹا ہوگی) |

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے؟ 'وَأَنْ لَّا هَلَكَ عَلَيْكَ حَقًّا' (تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے) اس کی تشریح میں امام خطابی فرماتے ہیں:-

| | |
|---------------------------------|--------------------------------------|
| يُنِيْدَانِهٖ اِذَا اَبَّ | آپ کا منشا یہ ہے کہ جب وہ اپنے |
| نَفْسِهٖ وَا جَهْدَهَا ضَعْفَتْ | نفس کو تھکا دیں گے اور طاقت سے زیادہ |

لہ فتح الباری ۳/۳۸-۳۹ ۳۷ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یومر بہ من القعود فی الصلوٰۃ۔ دارمی نے یہ حدیث کسی قدر تفصیل کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے۔ ۱۶۹/۲۔ ۳۷۷

قواہ قلم بیستع لقضاء اس پر بوجھ ڈالیں گے تو ان کے قوی
حق اہلہ لہ کم زور ہو جائیں گے اور ان کے لیے اپنی
بیوی کا حق ادا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

جو حقوق انسان پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے ایک بیوی کا حق ہے۔ اس طرح
کے اور بہت سے حقوق ہیں۔ امام خطابی نے جو بات کہی ہے وہ ان سب پر صادق آتی
ہے۔ اگر آدمی ضعف و ناتوانی کا شکار ہو تو کوئی بھی حق ٹھیک سے ادا نہیں کر سکتا۔
ایک اور روایت میں بھی صحت کے ساتھ اس طرح کی زیادتی سے منع کیا گیا
ہے۔ مجیبہ الباہلیہ اپنے والد (عبداللہ بن الحارث) یا چچا کے بارے میں بیان کرتی ہیں
کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے بہرہ یاب ہوئے اور واپس لوٹ
گئے پھر ایک سال بعد خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس عرصہ میں ان کی شکل و صورت
اور سنیت اس قدر بدل چکی تھی کہ آپ نے انھیں نہیں پہچانا۔ انھوں نے عرض کیا اے
اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے پہچان نہیں رہے ہیں؟ میں باہلی ہوں گزشتہ سال حاضر خدمت
ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے؟ تم تو بہت خوب صورت تھے۔ انھوں
نے عرض کیا کہ جب سے آپ کے پاس سے گیا ہوں صرف رات کا کھانا کھاتا
رہا ہوں (دن میں مسلسل روزے رکھے ہیں) آپ نے فرمایا۔ تم نے اپنے نفس کو اس
عذاب میں کیوں ڈال لے رکھا؟ رمضان کے روزے رکھو اور ہر مہینہ ایک روزہ رکھ لیا
کرو۔ انھوں نے عرض کیا۔ اس میں کچھ اور اضافہ فرمائیں۔ اس لیے کہ میرے اندر اس
سے زیادہ روزے رکھنے کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا مہینہ میں دو روزے رکھو۔
انھوں نے کچھ اور اضافہ کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ ہر مہینہ تین روزے رکھو۔
اس پر بھی انھوں نے مزید اضافہ چاہا تو آپ نے فرمایا اشہر حرم (رجب ذیقعدہ ذی الحجہ اور
حرم) میں اس طرح روزے رکھو پھر ان گشتہائے مبارک سے سمجھایا کہ تین دن روزے رکھو

صِحّت سے فائدہ اٹھایا جائے

صحیح بات یہ ہے کہ اسلام صحت اور تندرستی سے غفلت اور بے نیازی کی اجازت نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ وہ اس پر بھی زور دیتا ہے کہ صحت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے لیکن جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان سے اس معاملہ میں بڑی کوتاہی کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:-

نعمتان مغبون فیہما
کثیرین من الناس
دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے
میں بہت سے لوگ دھوکے میں پڑے ہوتے
الصحة والضرغ لہ
ہیں اور وہ ہیں صحت اور فرصت۔

اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے صحت اور تندرستی۔ دوسری نعمت ہے معاشی فراغت۔ ان دونوں نعمتوں سے بعض لوگ محروم ہوتے ہیں۔ بعض کو صحت اور تندرستی تو ملتی ہے لیکن معاشی پریشانیاں انھیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتیں۔ بعض کو معاشی فراغت حاصل ہوتی ہے تو صحت کی خرابی ان کے لیے غارت گرسکون ہوتی ہے۔ جو شخص ان دونوں نعمتوں سے ہم کنار ہو اس کے پاس قوت کار بھی ہوتی ہے اور لمحات فرصت بھی اسے میسر ہوتے ہیں۔ ان سے وہ امور خیر میں فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن انسان بالعموم غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور ان میں سے کسی بھی نعمت سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔

صِحّت کو غنیمت سمجھا جائے

احادیث میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ جب تک صحت اور تندرستی

۱۔ ابوداؤد، کتاب الصوم، باب فی صوم اشہر الحرم۔ ابن ماجہ، کتاب الصوم، باب صیام اشہر الحرم۔

۲۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق۔ ترمذی، ابواب الزہد۔

اور فرصت کے اوقات حاصل ہیں آدمی انھیں غنیمت سمجھے، ان کی قدر کرے اور اس دھوکے میں نہ رہے کہ یہ دولت گراں بہا ہمیشہ حاصل رہے گی اور کبھی اس پر زوال نہیں آئے گا۔ وہ نہیں جانتا کہ کب صحت جواب دے جائے گی اور کب لمحات فرصت چھین جائیں گے۔ اس کے بعد بہت سے نیک کام جو وہ کرنا چاہتا ہے کر نہیں پائے گا اور حسرت اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کی۔ فرمایا۔

| | |
|----------------------|--|
| اغتنم خمسا قبل خمس | پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں (کی آمد) |
| شبابك قبل هرمك وصحتك | سے پہلے غنیمت سمجھو۔ اپنی جوانی کو بڑھاؤ |
| قبل سقمك وغناك قبل | سے پہلے، اپنی صحت کو مرض سے پہلے، |
| فقرك وفراغك قبل شغلك | اپنی دولت اور تو نگری کو فقر و احتیاج |
| وحیاتك قبل موتك بله | سے پہلے، اپنی فرصت کو مشغولیت سے |

پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

حدیث میں غنیمت، کا لفظ اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ یہ نعمتیں انسان کو اس کی سعی و جہد کے بغیر مفت میں مل گئی ہیں، اس لیے وہ ان کی قدر و قیمت نہیں محسوس کرتا لیکن جب یہ یکے بعد دیگرے پھینتی چلی جائیں گی تو پتہ چلے گا کہ ان میں سے ایک ایک چیز کتنی گراں مایہ تھی اور کس بے خبری اور غفلت میں ضائع ہوتی چلی گئی۔

اسی مفہوم کی ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

| | |
|------------------------|--|
| بادروا بالاعمال سبعا | سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال |
| هل تنتظرون الا الى فقر | میں جلدی کرو (ورنہ اس کے معنی یہ ہیں کہ) |

لہ حاکم مستدرک: ۳۰۶/۴، شرح السنہ: ۲۲۲/۱۳، نیز ملاحظہ ہو متاوی، فیض القدر: ۱۶/۲ مشکوٰۃ (کتاب الرقاق) میں یہ حدیث ترمذی کے حوالہ سے نقل ہوئی ہے لیکن ترمذی میں نہیں ملی۔

منسٍ اوغنی مطغ او
 مرضٍ مقسد او هرم
 مفتد او موت مجہز
 او الدجال فشرغائب
 ينتظر او الساعة و
 الساعة ادھی
 و امر لہ
 تم بس انتظار کرتے ہو ایسی غربت اور
 احتیاج کا جس کی پریشانی سب کچھ بھلا دے
 یا ایسی تو نگری کا جو سرکشی اور بغاوت میں
 مبتلا کر دے، یا ایسے مرض کا جو صحت کو
 بگاڑ کر رکھ دے یا ایسے بڑھاپے کا جس
 میں عقل و خرد جاتی رہے اور آدمی کو زبان
 پر قابو نہ لے بے جا جلد آنے والی موت کا، یا دجال
 کا، یہ وہ شرغائب ہیں جن کا انتظار کیا جاتا ہے یا قیامت
 کا اور قیامت تو بڑی سخت اور بڑی تلخ حقیقت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے
 شانے کو پکڑا اور فرمایا۔

کن فی الدنيا کانک غریب
 دنیا میں اس طرح رہو گویا تم پریمی اور
 او عابرسبیل
 اجنبی یا راہ گیر اور مسافر ہو۔
 چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نصیحت فرماتے تھے۔

اذا مسیت فلا تنتظر
 جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار
 الصباہ و اذا اصبحت
 نہ کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار
 فلا تنتظر المساء و حدة
 نہ کرو صحت سے مرض کے لیے قانڈہ اٹھاؤ

سلہ ترمذی، البواب الزہد، باب اجاوتی المبادرۃ بالعمل۔ اس کے ایک راوی محرز بن ہارون کو امام بخاری
 نے منکر الحدیث کہا ہے۔ یہ حدیث ایک دوسری سند سے آئی ہے جسے حاکم نے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے اور
 امام ذہبی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ مستدرک: ۲/۳۲۰-۳۲۱ لیکن اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ امام ترمذی نے اس
 روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ہنوی نے شرح السنۃ میں پوری روایت نقل کی ہے اور مذکورہ ضعف کا بھی ذکر کیا ہے۔
 ۱۴۲/۱۴۳-۱۴۴ اس طرح اس حدیث میں، ایک راوی کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے ضعف ہے۔ مزید بحث کے لیے
 ملاحظہ ہو نام الذین البلیٰ کی سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۲/۱۴۳-۱۴۴۔ لیکن اوپر کی حدیث سے اس کی تائید
 ہوتی ہے مشکوٰۃ (کتاب الرقاق) میں ترمذی اور نسائی کا حوالہ ہے۔ لیکن ان میں یہ حدیث نہیں ملی۔

من صحتك لمرضك
ومن حياتك لموتك له
(یعنی حالت صحت میں اس طرح عمل کرو
کہ مرض میں کمی رہ جائے تو اس کی تلافی ہو جائے)
اور اپنی زندگی سے موت (کے بعد) کے لیے
فائدہ اٹھاؤ۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

خدم من صحتك قبل
سقمك ومن حياتك قبل
موتك فانك لا تتدري
يا عبد الله ما اسمك عند الله
اپنی صحت سے بیمار ہونے سے پہلے
اور اپنی زندگی سے موت سے پہلے فائدہ
اٹھاؤ اس لیے کہ اے عبد اللہ تم نہیں
جانتے کہ کل تمہارا کیا نام ہوگا۔

مطلب یہ کہ جو مہلت حیات اور صحت کی دولت ملی ہے اسے غنیمت سمجھو، اس لیے کہ کوئی نہیں جانتا کہ کب تک عمل کا وقت باقی ہے۔ کل اس کا شمار زندوں میں ہو گا یا ان لوگوں میں جو اس دنیا سے چلے گئے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ نہیں معلوم اس کا ذکر نیک لوگوں میں ہو گا یا یہ کہا جائے گا کہ ایک غلط کار تھا، اچھا ہوا کہ دنیا سے اٹھ گیا۔

حالتِ صحت میں نیکی کا ثواب زیادہ ہے

صحت اور تندرستی کے ساتھ جوش اور ولولہ ہوتا ہے، پیش قدمی اور آگے بڑھنے کا جذبہ موجزن رہتا ہے، آدمی بڑے بڑے مادی منصوبے اور اسکیمیں بناتا ہے۔ دنیوی کامیابی کے امکانات تلاش کرتا اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، اس وقت کسی خدا کے نبی کے اس کے دین کی طرف متوجہ ہونا اور اپنی قوت و صلاحیت اور وسائل و ذرائع کو اس کے راستہ میں صرف کرنا بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے اور اس

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ کانک غریب۔

۲۔ ترمذی، ابواب الزہد، باب اجازتی قصر الاصل۔

کا اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے، اس کے برخلاف اس وقت امور خیر کی اہمیت اور قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے جب کہ بڑھاپے کی وجہ سے جذبات سرد پڑ چکے ہوں، تمنائیں اور آرزوئیں دم توڑ رہی ہوں اور آدمی کاروبار دنیا سے فارغ ہو کر آخرت کے لیے رخصت سفر باندھ رہا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ آدمی زندگی کے جس مرحلہ میں بھی عبادت و اطاعت کے لیے وقت نکالے اور مال و دولت خرچ کرے، اس کے صلہ سے محروم نہ ہو گا جتنے ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ کس صدقہ کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:-

ان تصدق وانت تم اس وقت صدقہ کرو جب تمہیں

صحيح صحيح تغشى صحت و تندرستی حاصل ہو، طبیعت

الفقر وتامل الغنى ولا میں مال کی حرص ہو، تو نگرانی کی توقع

تمهل حتى اذا بلغت ہو۔ (صدقہ میں اتنی تاخیر نہ کرو کہ حلق تک

الحلقوم قلت لفلان جان پہنچ جائے تو کہو کہ یہ چیز فلاں کی

كذا ولفلان كذا وقت ہے اور یہ فلاں کی۔ وہ ثواب فلاں

كان لفلان له کی ہوئی چکی۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ خدا کی راہ میں اس وقت کے انفاق اور خیرات کا اجر و ثواب ہی کچھ اور ہے جب کہ آدمی صحت و تندرستی سے مالا مال ہو، آنکھوں کے سامنے ترقی کے امکانات ہوں اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کو جی نہ چاہے اور ہاتھ نہ بڑھے۔ یہ نہیں کی جب موت سر پر منڈلانے لگے، دولت اور ملکیت ختم ہونے جا رہی ہو اور دوسروں کے قبضہ کا وقت قریب آچکا ہو آدمی سوچے کہ راہ خدا میں بھی کچھ صدقہ و خیرات کر کے آخرت کا ثواب حاصل کر لے۔

اس حدیث میں حالت صحت میں انفاق کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ایک دوسری

لہ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقۃ الشیح الصحیح۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ان افضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح الشیح۔

حدیث میں کہا گیا ہے کہ عہد شباب میں، جب کہ زندگی، تازگی اور توانائی سے معمور ہوتی ہے، عبادت و ریاضت کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہی قدر و قیمت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سات قسم کے انسانوں کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ ان میں سے ایک شخص قیمت انسان کا ذکر ان الفاظ میں ہے

و شباب نشأ فی عبادۃ وہ جوان جس کی نشوونما اللہ کی

اللہ لہ عبادت میں ہوئی ہو۔

طاقت کا غلط استعمال تباہی کا باعث ہے

ذہنی و فکری صلاحیت اور جسمانی قوت دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ ان کا استعمال پاکیزہ اور اعلیٰ مقاصد کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور وہ ناپاک اغراض اور ادنیٰ مقاصد میں بھی صرف ہو سکتی ہیں۔ افراد کی طرح قوموں کی کامیابی کا انحصار ان کے صحیح استعمال پر ہے، اسلام اسی پر زور دیتا ہے۔ ان کے غلط استعمال کے بعد دیر سویر ناکامی مقدر ہو جاتی ہے۔ اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے پیغمبروں کی تاریخ ہمارے سامنے رکھی ہے جن قوموں نے ان کی مخالفت کی وہ عقل و خرد سے محروم نہیں تھیں، سوچنے سمجھنے کی خوب صلاحیت رکھتی تھیں اور جسمانی لحاظ سے بھی توانا اور مضبوط تھیں۔ لیکن اپنی فراست و دانائی اور طاقت و توانائی کے غرہ میں انھوں نے حق و صداقت کو ٹھکرا دیا، مسلسل پیغمبروں کے درپے آواز رہیں اور انھیں اپنے راستے سے ہٹانے کی تدبیریں کرتی اور ہلاک کرنے کے منصوبے بناتی رہیں۔ نتیجہ نکلا کہ اس طرح تباہ ہوئیں کہ صفحہ زمین سے ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ قرآن مجید نے اس کی مثالیں بھی دی ہیں۔ اور ان کے استکبار اور تباہی کا عمومی ذکر بھی متعدد مقامات پر کیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے :-

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا بَلْ كَانُوا يَنْظُرُونَ

دیکھتے ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا انجام ہوا۔ وہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور ان سے زیادہ طاقتور بھی تھے۔ انھوں نے زمین میں ان سے زیادہ اپنی نشانیاں بھجوریں، لیکن جو کمائی وہ کر رہے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئی جب ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل کے ساتھ آئے تو وہ اپنے اس علم پر اترانے لگے جو ان کے پاس تھا۔ پھر اس چیز نے انھیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑا رہے تھے۔ جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور ہم ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم اس کے ساتھ شریک کر رہے تھے۔ لیکن ہمارا عذاب دیکھنے کے بعد ان کا ایمان لانا ان کے حق میں کچھ نفع نہیں دے سکتا تھا یہی اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں (پہلے سے) چلی آئی ہے اور انکار کرنے والے وہاں ہلاک ہو گئے۔

فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا
أَكْثَرًا مِنْهُمْ وَأَسَدَّةً
تَوْعًا وَانْتَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا
أَعْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ۝ فَلَمَّا
جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ
فَرَجُوا أَيْمَاعَهُمْ مِنْ
الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا
بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْا
بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدَّةً
وَكُفْرًا يَأْمُرُ الْكِتَابُ بِهِ مُشْرِكِينَ
فَلَمْ يَكْ يَنْفَعَهُمْ إِيْمَانُهُمْ
لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهُ
الَّتِي خَدَّحَلْتُ فِي عِبَادِهِ ۝
وَخَسِرَ هُنَا لِكَ الْكُفْرُونَ ۝

(المومن: ۸۲ - ۸۵)

اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ عقلی اور مادی طاقت کا صحیح استعمال جس طرح کامیابی کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح جب وہ غلط راہوں میں صرف ہونے لگتی ہے تو ہلاکت اور بربادی سے ہم کنار کر دیتی ہے۔ بڑی بڑی نامور تہذیبیں اور کمرش قویں اس کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔ کامیابی اور ناکامی کا آج بھی وہی قانون ہے جو کل تھا۔ اس میں نہ پہلے کوئی تبدیلی آئی اور نہ اب آئے گی۔ وہی تعجب لسنۃ اللہ تبدیلہ

لے یہ مضمون اسی سورت کے دوسرے رکوع میں بھی بیان ہوا ہے۔ (آیت ۲۱، ۲۲)

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی نے اپنی اردو اور انگریزی مطبوعات کے علاوہ دیگر اہم مکتبوں کی بلند پایہ علمی و دینی کتب کی فراہمی کا انتظام کیا ہے۔ تفسیر، حدیث، سیرت اور تاریخ اسلام سے متعلق چند اہم کتب کی فہرست دی جا رہی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کتب بھی یہاں سے فراہم کی جاسکتی ہیں۔ منیجر

| | | |
|-------|--|-------|
| ۸۵/- | تدوین حدیث (مولانا مناظر آسن گیلانی) | ۷/- |
| ۱۰۰/- | تاریخ الخلفاء (امام سیوطی) | ۷۵/- |
| ۹۰/- | مقدمہ ابن خلدون ۲ جلدیں | ۱۵۰/- |
| ۵۰۵/- | سیرت النبی (ابن ہشام) ۲ جلدیں | ۲۲۵/- |
| ۱۶۰/- | رحمۃ للعالمین | ۱۲۵/- |
| ۹۰/- | سیرت سرور عالم اول و دوم | ۱۴۰/- |
| ۴۷/- | الفاروق | ۳۰/- |
| ۴۹۰/- | حیات ابوحنیفہ (الوزیرہ مصری) | ۷۵/- |
| ۳۵۰/- | رسول رحمت (ابوالکلام آزاد) | ۱۲۵/- |
| ۲۶۰/- | انبیاء کرام | ۴۰/- |
| ۲۹۰/- | محمد رسول اللہ (توفیق المحکم) | ۵۰/- |
| ۱۹۰/- | تاریخ افکار و علوم اسلامی اول و دوم | ۷۰/- |
| ۲۹۰/- | سیرت النبی (علائی بیگم) و سید سلیمان ندوی | ۲۹۰/- |
| ۲۵۰/- | مکمل ۷ حصے | ۳۰۰/- |
| ۱۴۰/- | خلفائے راشدین (مولانا معین الدین ندوی) | ۴۰/- |
| ۹۰/- | تاریخ اسلام (اکبر شاہ خجندیہ) مکمل ۳ جلدیں | ۱۸۰/- |
| ۱۵۰/- | آب کوثر، رود کوثر، موج کوثر | ۱۴۰/- |
| ۱۰۰/- | مختصر تاریخ اسلام (مولانا غلام رسول مہر) | ۴۰/- |
| ۸۵/- | فی ظلال القرآن دوم | |
| ۱۰۰/- | سوم | |
| ۹۰/- | پارہ عم | |
| ۵۰۵/- | تفہیم القرآن مکمل ۶ جلدیں | |
| ۱۶۰/- | تفہیم القرآن | |
| ۹۰/- | ترجمہ قرآن (مختصر حواشی) | |
| ۴۷/- | تفسیر ابن کثیر مکمل | |
| ۴۹۰/- | بخاری شریف مکمل (مترجم) | |
| ۳۵۰/- | مسلم شریف | |
| ۲۶۰/- | ترمذی شریف ۲ جلدیں | |
| ۲۹۰/- | ابوداؤد شریف ۳ جلدیں | |
| ۱۹۰/- | سنن ابن ماجہ | |
| ۲۹۰/- | سنن نسائی | |
| ۲۵۰/- | مشکوٰۃ الصالحین ۳ جلدیں | |
| ۱۴۰/- | موطا امام مالک | |
| ۹۰/- | موطا امام محمد | |
| ۱۵۰/- | ریاض الصالحین ۲ جلدیں | |
| ۱۰۰/- | ترجمان الحدیث اول، دوم | |

پتہ: یادنے والی کولمٹی، دو دھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱